احکامِ اجارہ

(کرایہ داری و اجرت کے احکام)

احسان اللہ شائق

(تیسری قسط)

ریلوے / بس ٹکٹ کی حیثیت:

ریلوے، بس ٹکٹ وغیرہ کی حیثیت اجارہ کے وثیقہ کی ہے، یہ گویا اس بات کی سند ہے کہ ہم نے کرایہ ادا کر دیا ہے، اس لئے ہمیں سواری کرنے کا حق حاصل ہے، عام اجارہ میں اور اس میں صرف اس قدر فرق ہے کہ یہاں اجرت یعنی کرایہ پہلے وصول کرلیا جاتا ہے تاکہ نظم میں سہولت ہو۔

بس اور ریلوے میں اصل مالک اور ''آجر'' حکومت ہوتی ہے، مسافروں کی حیثیت کرایہ داروں اور ''مستاجروں'' کی ہے، ٹکٹ دینے والے حکومت کے وکیل ہوتے ہیں، جب یہ بات معلوم ہے کہ حکومت نے بلاٹکٹ سفر کی اجازت نہیں دی ہے تو اب کسی صورت بلاٹکٹ سفر کرنا درست نہیں، چاہے ریلوے اور بس کے سرکاری عہدہ دار بلاٹکٹ چلنے کی اجازت ہی کیوں نہ دے دیں، ٹکٹ کے بغیر سفرِ سفرِ معصیت ہے اور گویا اس کی حیثیت غاصب کی ہے۔ (ماخوذ جدید فقہی مسائل)

☆ بیع ضربۃ القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔ (ھدایہ)

بینک کا اپنے گاہک کو اولاً سامان خریداری کا وکیل بنانا
پھر اس کے ساتھ کرایہ داری کا معاملہ کرنا:

سوال: اسلامی ترقیاتی بینک کرایہ پر دینے کا جو معاملہ کرتا ہے وہ اس طرح کرتا ہے کہ مثلاً: ذرائع نقل وحمل جیسے آئل ٹینکر، جہاز وغیرہ کی خریداری اور پھر ان کو آگے کرایہ پر دینے کے لئے سرمایہ کاری کرتا ہے، یا بعض اوقات ممبر ممالک کے لئے ان کے صنعتی منصوبوں کے اسباب اور سامان کی خریداری اور پھر ان کو کرایہ پر دینے کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

چنانچہ اسلامی ترقیاتی بینک مندرجہ ذیل پر کرایہ کا معاملہ کرتا ہے:

(ا) جس پراجیکٹ میں بینک ''کرایہ داری'' کے طریقے پر سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے، جب اس پروجیکٹ میں بینک کو مالی فائدے کے حصول کا یقین ہو جاتا ہے، اس وقت بینک اس پروجیکٹ کو چلانے والی کمپنی (مستاجر) کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیتا ہے اور بینک اس کمپنی کو اپنے نام پر مطلوبہ سامان خریدنے کی اجازت دے دیتا ہے، (جس کی تعین اور تخمین مصارف کی تجدید ایگریمنٹ میں طے شدہ ہوتی ہے) اور معاہدہ کے مطابق بینک سپلائزر کو سامان کی قیمت ایگریمنٹ میں طے شدہ مدتوں کے مطابق براہ راست ادا کر دیتا ہے۔

(ب) اس کے بعد کمپنی (مستاجر) بینک کی طرف سے نائب بن کر اس سامان پر قبضہ کرتی ہے اور ایگریمنٹ میں بیان کردہ اوصاف کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں یقین حاصل کر لیتی ہے اور پھر اگر اس مشینری کو نصب کرنے کی ضرورت ہو تو اس کی تنصیب کی نگرانی کرتی ہے، تا کہ ایگریمنٹ کے مطابق پورا کام صحیح طور پر انجام پائے۔

(ج) پروجیکٹ پر کام کرنے والی کمپنی کی معلومات کے مطابق اور کمپنی اور بینک کے فنی ماہرین کے اندازوں کے مطابق سامان کی خریداری اور اس کی تنصیب کی عملی تنفیذ جس کے بعد اس مشینری سے مطلوبہ فائدہ حاصل کیا جا سکے، ان دونوں کاموں کے لئے جتنا وقت درکار ہے اس کی تحدید ''ایگریمنٹ'' کرے گا، تا کہ اس کی بنیاد پر جو وقت مقرر کیا گیا ہے، اس کے بعد ''کرایہ داری'' کی ابتداء ہو سکے اور اس کے بعد سامان کرایہ پر دینے کے قابل ہو سکے اور اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل کیا جا سکے۔

☆ثمن: وہ مقدار جس پر عاقدین رضامند ہو جائیں خواہ وہ قیمت سے زائد ہو یا کم☆

(د) مدت کرایہ داری کے دوران کرایہ دار عقد کرایہ داری میں طے شدہ قسطیں ادا کرتا رہے گا اور اس کیساتھ ساتھ وہ کمپنی بینک کی مفاد کی خاطر سامان کی حفاظت اور اس کی انشورنس کی ذمہ داری بھی لے گی۔

(ہ) ایگریمنٹ کے مطابق بینک اس بات کا پابند ہوگا کہ مدت کرایہ داری پوری ہونے کے بعد بینک اس سامان کو معمولی قیمت پر کرایہ دار کمپنی کو فروخت کردے گا اور کرایہ دار طے شدہ تمام قسطیں اور دوسرے التزامات ایگریمنٹ کے مطابق ادا کرے گا۔

کیا بینک کے لئے مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق کرایہ داری کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی چیز کو کرایہ پر دینے کا معاملہ دو طریقوں سے ممکن ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ بینک اشیاء اور سامان کو خود خریدے اور پھر بطور مالک کے اس پر قبضہ بھی کرے اور پھر بینک وہ چیز مدت معلومہ اور اجرت معلومہ پر اپنے گاہک کو کرایہ پر دیدے، اس صورت میں مدت اجارہ کے ختم ہونے کے بعد وہ اشیاء اور سامان دوبارہ بینک کے قبضہ میں آجائے گا اور پھر فریقین کو اختیار ہوگا، چاہیں تو دوبارہ تجدید اجارہ کرلیں یا فریقین آپس میں اس وقت کوئی ثمن طے کر کے عقد بیع کرلیں اور بینک کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اشیاء اور سامان کو دوسرے گاہک کو کرایہ پر دیدے اور یا دوسرے گاہک کے ہاتھ فروخت کردے۔

مذکورہ بالا طریقہ شرعاً بالکل جائز ہے، اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۲) دوسری صورت جس کے بارے میں سوال بھی کیا گیا ہے، وہ یہ کہ بینک ایسی اشیاء اور سامان کرایہ پر دے جو عقد اجارہ کے وقت اس کی ملکیت میں نہیں ہے، بلکہ عقد اجاری کرنے کے بعد بینک وہ سامان سپلائر سے اپنے گاہک کے نام ہی پر خریدے اور پھر بینک اپنے گاہک کو اس سامان پر قبضہ کرنے اور اس کو وصول کر کے اپنے یہاں نصب کرنے کا وکیل بنادے اور بینک ایک تاریخ مقرر کردے گا کہ فلاں تاریخ پر عقد بیع مکمل ہو کر عقد اجارہ شروع ہو جائے گا، چنانچہ اس مقررہ تاریخ کے بعد بینک اس چیز کا کرایہ گاہک سے وصول کرتا رہے گا، یہاں تک کہ عقد اجارہ کی مدت معاہدہ کے مطابق پوری ہو جائے اور بینک اپنے تمام واجبات گاہک سے وصول کرلے تو پھر بینک وہ سامان معمولی ثمن پر اسی گاہک کے ہاتھ فروخت کردے گا۔

اس دوسری صورت میں فقہی اعتبار سے چند امور قابل غور ہیں:

☆ خیار عیب: خرید کردہ چیز کو کسی عیب نکلنے کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

۱۰۔ جس وقت بینک عقد اجارہ کرتا ہے، وہ اس چیز کا مالک بھی نہیں ہوتا، اس پر قبضہ ہونا تو دور کی بات ہے اور جس چیز کا انسان مالک نہ ہو، اس کو کرایہ پر دینا بھی باطل ہے، اسی طرح جو چیز انسان کے قبضے میں نہ ہو، اس کو کرایہ پر دینا بھی باطل ہے، اس لئے کہ یہ ''ربح مالم یضمن'' کی قبیل سے ہے، جو حدیث کی رو سے منھی عنہ ہے۔

علامہ ابن قدامہؒ کی الشرح الکبیر میں ہے:

وکذلك لا یصح هبته ولا رهنه، ولا دفعه اجرة، وما اشبه ذلك، ولا التصرفات المنعقده الی القبض، لانه غیر مقبوض، فلا سبیل الی اقباضه۔ (الشرح الکبیر لابن قدامة: ۱۱۹/٤)

اسی طرح ہبہ رہن اور اجارہ اور دوسرے معاملات جو قبضہ کے ساتھ تام ہوتے ہیں، قبضہ میں آنے سے پہلے ان کو ہبہ کرنا، رہن رکھنا یا کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہیں، اس لئے وہ چیز قبضہ میں نہیں ہے۔لہٰذا دوسرے کو اس پر قبضہ کرانا بھی ممکن نہیں ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"ومنها (ای من شرائط صحة الاجارة) ان یکون مقبوض الموجر اذا کان منقولاً، فان لم یکن فی قبضه فلا تصح اجارته۔" (الفتاوه الهندیه: ٤/٤١١)

''اجارہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اگر وہ چیز منقول ہے تو موجر کے قبضے میں ہو، اگر وہ اس کے قبضے میں نہیں ہے تو پھر عقد اجارہ درست نہیں۔''

شوافع کا بھی صحیح قول یہی ہے۔(دیکھئے، مغنی المحتاج: ۲/۶۹۔۶۹)

اس مشکل کا حل یہ ہے کہ جس وقت بینک اور گاہک کے درمیان معاہدہ ہو، اس وقت عقد اجارہ کو منعقد نہ مانا جائے، بلکہ اس معاہدہ کو عقد اجارہ کے لئے محض ایک وعدہ تصور کیا جائے، پھر جب گاہک سپلائر سے سامان وصول کر کے اپنے قبضے میں لے آئے اور اپنے یہاں نصب کرنے کا کام مکمل ہو جائے اس کے بعد بینک اپنے گاہک کیساتھ اس تاریخ پر بالمشافہ یا تحریری مراسلت کے ذریعہ عقد اجارہ کرے اور عقد اجارہ کی اس تاریخ سے پہلے وہ سامان بینک کی ضمان میں رہے گا، لہٰذا اگر وہ سامان بلا تعدی کے ہلاک اور ضائع ہو جائے تو گاہک ضامن نہیں ہوگا۔

۲۔ اصول یہ ہے کہ اگر کرایہ کی چیز پر آفات سماویہ آجائے تو اس صورت میں مستاجر ضامن نہ

☆ثمن: وہ مقدار جس پر عاقدین رضامند ہو جائیں خواہ وہ قیمت سے زائد ہو یا کم ☆

ہو گا، جب تک مستاجر اس چیز کی حفاظت میں تعدی سے کام نہ لے۔ اس اصول کے پیش نظر مدۃ اجارہ کے دوران حوادث اور آفات سے حفاظت کے لئے اس سامان کی انشورنس کرنا ضروری ہو تو بینک بحیثیت مالک کے اس کا انشورنس کرائے۔

یہ انشورنس بھی اس وقت جائز ہے جب وہ تعارفی اور جائز انشورنس ہو، اگر وہ انشورنس دھوکہ، سود، قمار وغیرہ پر مشتمل ہو تو ایسا انشورنس کرانا شرعاً جائز نہیں۔

۳۔ سوال میں عقد اجارہ مذکور ہے، اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مدت اجارہ کے ختم ہونے کے بعد موجودہ سامان معمولی قیمت پر مستاجر کو فروخت کر دے گا۔

فقہی اعتبار سے اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس سامان کی بیع اجارہ کے ختم کیساتھ معلق کر دی جائے، اس صورت میں بیع دو چیزوں کے ساتھ مشروع ہوگی ایک یہ کہ مدت اجارہ پوری ہو جائے اور دوسرے یہ کہ مستاجر کا ذمہ تمام واجبات سے ہو جائے یہ صورت شرعاً جائز نہیں، اس لئے کہ بیع ان عقود میں سے ہے تو تعلیق کو قبول نہیں کرتے اور مستقبل کے کسی زمانے کی طرف عقد بیع کی اضافت کرنا بھی درست نہیں ہے۔"

علامہ خالد الاتاسی شرح المجلہ میں فرماتے ہیں:

"واما الذی لا یصح تعلیقه بالشرط شرعاً فضابطه کل ما کان من التملیکاتِ ---کالبیع والاجارۃ۔" (شرح المحلة العدلية: ۲۳٤/۱)

شرعاً جن عقود کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا درست نہیں ہے، اس کا اصول یہ ہے کہ ہر وہ عقد جس کا تعلق تملیکات سے ہو ---مثلاً عقد بیع اور عقد اجارہ۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس وقت بیع نہ کی جائے، بلکہ وعدہ بیع کر لیا جائے جو عقد اجارہ کے اندر مشروط ہے۔

اس [illegible]یں ایسی شرط ہوگی جو مقتضاء عقد کے خلاف ہے اور اس جیسی شرط حنفیہ اور شوافع کے نزدیک عقد اجارہ کو فاسد کر دیتی ہے جہاں تک مالکیہ اور حنابلہ کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک بہت سی شرطیں جو اگر چہ مقتضاء عقد کے خلاف ہوں، لیکن وہ شرطیں عقد کا فاسد نہیں کرتیں،

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف و امام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالی)

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایک ہی صفقہ میں اجارہ کے اندر بیع کی شرط لگانا جائز ہوگا۔

چنانچہ شرح الخرشی علی مختصر الخلیل میں ہے:

"ان الاجارة اذا وقعت مع الجعل فی صفقة واحدة فانها تكون فاسدة لتنافر الاحكام بينهما ، لان الاجارة لايجوز فيها الغرر، وتلزم بالعقد، ويجوز فيها الاجل، ولا يجوز شئى من ذلك فى الجعل ، بخلاف اجتماع الاجارة مع البيع فى صفقة واحدة ، فيجوز سواء كانت الاجارة فى نفس المبيع، كما لو باع له جلوداً على ان يخرز ها البائع للمشترى نعالاً، او كانت الا جارة فى غير المبيع ، كما لو باع له ثوبا بدراهم معلومة على ان ينسج له ثوباً آخر۔"(الخرشى على مختصر خليل :٧۔٤)

''اگر عقد اجارہ اور عقد جعل ایک ہی صفقہ میں کیا جائے تو یہ صورت فاسد ہے اس لئے کہ ''اجارہ'' اور ''جعل'' کے درمیان تنافر ہے، اس لئے کہ عقد اجارہ کے اندر ''غرر'' جائز نہیں، معاملہ کرنے سے اجارہ لازم ہو جاتا ہے اور اجارہ کے اندر مدت کی تعیین جائز ہے، جبکہ ''جعل'' میں اس سے کوئی بھی چیز جائز نہیں، بخلاف اس کے کہ اجارہ کو بیع کے ساتھ ایک صفقہ میں جمع کر دیا جائے، یہ صورت جائز ہے، چاہے وہ اجارہ اسی مبیع میں ہو، جس کی بیع ہوئی ہے، مثلاً: کوئی شخص کھال اس شرط پر فروخت کرے کہ بائع مشتری کے لئے اس کھال کے جوتے کاٹ کر بنا کر دے گا۔۔۔یا یہ صورت ہو کہ عقد اجارہ مبیع کے علاوہ کسی دوسری چیز میں ہو، مثلاً کوئی شخص معین دراہم میں اس شرط پر کپڑا فروخت کرے کہ وہ اس کے لئے دوسرا کپڑا بن کر دے گا۔ (تو یہ صورت شرعاً جائز ہے۔)

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ جواز اس وقت ہے جب بیع بھی حالاً ہو، موجل نہ ہو اور بیع کے اندر جو اجارہ مشروط ہو وہ بھی حالاً ہو، لیکن زیر بحث مسئلہ اس کے بالکل برعکس ہے، یعنی اس میں اجارہ تو حالاً ہے، لیکن اسی اجارہ کے اندر جو بیع مشروط ہے وہ مدت اجارہ کے ختم ہونے کے بعد منعقد ہوگی، اس مسئلہ کا صریح حکم اگر چہ مالکیہ کی کتابوں میں تو مجھے نہیں ملا، لیکن کتابوں کی عبارت سے یہ

☆ طرفین: فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ) ☆

مفہوم ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک عقد کے اندر شرط لگانا بنیادی طور پر جائز ہے اور صرف دو صورتوں کے علاوہ کوئی شرط بھی عقد کو فاسد نہیں کرتی، ایک یہ کہ وہ شرط اس عقد کے منافی ہو، مثلاً: بائع اپنی چیز فروخت کرتے وقت یہ شرط لگادے کہ مشتری اس چیز میں کوئی تصرف نہیں کرے گا، یا موجر اس شرط پر ایک چیز کرایہ پر دے کہ مستاجر اس سے نفع نہیں اٹھائے گا، چونکہ یہ دونوں شرطیں مقتضاء عقد کے خلاف ہیں، اس لئے یہ عقد فاسد ہو جائے گا، دوسرے یہ کہ وہ شرط ایسی ہو جس کی وجہ سے ثمن مجہول ہو جائے، یا تو ثمن میں زیادتی ہو جائے یا کمی ہو جائے، اس قسم کی شرط سے عقد فاسد ہو جائے گا۔

(دیکھئے: مواھب الجلیل للحطاب: ۴/۳۳-۱۳۴)

ظاہر ہے کہ موجر کا مدت اجارہ کے ختم کے ساتھ بیع کی شرط لگانا مندرجہ بالا دو صورتوں میں داخل نہیں ہے، اس لئے یہ صورت مالکیہ کے نزدیک جائز معلوم ہوتی ہے، واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

بہر حال! مندرجہ بالا تفصیل کے بعد مالکیہ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے اس مسئلے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک وعدہ بیع ہے جو اجارہ کے ساتھ مشروط ہے، لیکن اس صورت میں مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد بیع منعقد ہوگی، لہٰذا جب اجارہ ختم ہو جائے اس وقت فریقین مستقل ایجاب وقبول کے ذریعے بیع کا معاملہ کریں، اب چاہے وہ ایجاب وقبول بالمشافہ ہو، یا خط وکتابت کے ذریعہ ہو۔

زیر بحث مسئلہ کے جواز کی تیسری شکل اور بھی ہو سکتی ہے، جو میرے خیال میں چاروں ائمہ کے مسلک کے مطابق درست ہوگی، وہ یہ کہ وعدہ بیع کو اجارہ کے ساتھ مشروط نہ کیا جائے، بلکہ وہ وعدہ ایگریمنٹ میں ہو جائے، جس میں اسی بات کا وعدہ ہو کہ فریقین پہلے عقد اجارہ کریں گے اور پھر بیع کریں گے، پھر وعدہ کے مطابق وقت مقرر پر فریقین کے درمیان اجارہ ہو جائے، جس میں بیع کا ذکر نہ ہو، اس کے بعد جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے تو مستقل بیع کر لی جائے، جس میں کوئی شرط وغیرہ نہ ہو، اس طرح دونوں عقد مستقل اور غیر مشروط ہو جائیں گے اور اس طرح فریقین کے درمیان جو معاہدہ ہوگا۔ وہ تین باتوں پر مشتمل ہوگا:

۱۔ بنک گاہک کو سامان خریدنے کا وکیل بنائے گا۔

۲۔ گاہک یہ وعدہ کرے گا کہ وہ سامان وصول کرنے اور اس کو اپنے قبضے میں لانے اور نصب کرنے کے بعد اس کو کرایہ پر لے لے گا۔

۳۔ بینک یہ وعدہ کرے گا کہ اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد وہ سامان اس گاہک کو فروخت کر

☆ خیار رویت: بغیر دیکھے کوئی چیز کر دیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

دے گا، اس معاہدہ کے مکمل ہو جانے کے بعد گاہک صرف سامان خرید نے کے سلسلے میں بینک کا وکیل ہو جائے گا، پھر وکالت کا عمل مکمل ہو جانے کے بعد وعدہ کے مطابق عقد اجارہ مستقل طور پر اپنے وقت پر منعقد ہو گا اور پھر وعدہ کے مطابق اجارہ کی مدت ختم ہو جانے کے بعد فریقین کے درمیان مستقل طور پر بیع منعقد ہو جائے گی۔

اور گاہک کی طرف سے اجارہ پر لینے کا وعدہ اور بینک کی طرف سے فروخت کرنے کا وعدہ کو دیانۃً پورا کرنا فریقین کے ذمے بالاجماع واجب ہے، جہاں تک قضاء اس وعدہ کے ایفاء کا تعلق ہے، تو مالکیہ کے مذہب کے مطابق اگر وعدہ کرنے والے نے وعدہ کر کے موعودلہ کو کسی ایسے معاملے میں داخل کر دیا ہے جو اس وعدہ کی وجہ سے اس پر لازم ہوا ہے تو اس صورت میں قضاء اس وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے اور اگر وعدہ کرنے والا وعدہ خلافی کرے اور راس وعدہ خلافی کی وجہ سے موعودلہ کو کوئی مالی نقصان ہو جائے تو وعدہ کرنے والا اس مالی نقصان کا ضامن ہو گا۔

چنانچہ علامہ قرافی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الفروق'' میں فرماتے ہیں:

قال سحنون :الذی یلزم من الوعد یقوله: اهدم دارك ، وانا اسلفك ماتبنی به،واخرج الی الحج وانا اسلفك، او اشتر سلعة او تزوج امراة انا اسلفك ، لا نك ادخلته بوعدك فی ذلك اما مجرد الوعد فلا یلزم الوفاء به، بل الوفاء به من مکارم الخلاق۔(کتاب الفروق:۲۴/۴ـ۲۵)

امام سحنون فرماتے ہیں کہ وہ وعدہ جو لازم ہو جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دوسرے سے یہ وعدہ کرے کہ تم اپنے گھر کو منہدم کر دو، میں اس کو دوبارہ بنانے کے لئے قرض فراہم کر دوں گا، یا یہ کہے کہ تم حج کے لئے چلو، میں تمہیں خرچ کے لئے قرضہ دوں گا، یا یہ کہے کہ تم یہ سامان خرید لو، یا فلاں عورت سے شادی کر لو، میں خرچ کے لئے قرضہ دوں گا (اس قسم کے وعدہ کو پورا کرنا قضاء لازم ہے) اس لئے کہ اس وعدہ کے ذریعہ تم نے اس کو اس معاملے میں داخل کیا ہے، البتہ اگر محض وعدہ ہو، جس کے ذریعہ موعودلہ کو کسی معاملے کے اندر داخل نہ کرے تو اس وعدہ کو پورا کرنا قضاء تو لازم نہیں، البتہ اس وعدہ کو پورا کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے۔

شیخ علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں وعدہ کے لازم ہونے کے بارے میں تین اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

☆ خیار عیب: خرید کردہ چیز کو کسی عیب نکلنے کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

"والرابع :يقضى بها ان كانت على سبب ، ودخل الموعود بسبب العدة فى شئى ، وهذا هو المشهور من الاقوال ۔قال اصبغ سمعت اشهب سئل عن رجل اشترى من رجل كرما،فخاف الوضيعة فاتى ليستوضعه فقال له:بع وانا ارضيك قال:ان باع براس ماله او بربح فلا شئى عليه وان بع باوضيعة كان عليه ان يرضيه۔۔۔وهذا القول الذى شهرقابن رشد فى القضاء بالعدة اذادخل بسببها فى شئى قال الشيخ ابو الحسن فى اول كتاب الاول انه مذهب المدونة ، لقولها فى آخر كتاب الغرر، وان قال: اشتر عبد فلان وانا قال : اشترعبد فلان اعينك بالف درهم فاشتراه لزمه ذلك الوعد ، وهو قول ابن القاسم فى سماعه من كتاب العاريةوقول سحنون فى كتاب العدة۔" (فتح العلى المالك:۱/۲۵۵)

"چوتھے یہ کہ اس وعدہ کو قضالازم ہونے کا حکم دیا جائے گا، اگر یہ وعدہ کسی معاملے پر مبنی ہو اور اس وعدہ کی وجہ سے موعودلہ اس معاملے کو اختیار کرلے یہی قول زیادہ مشہور ہے۔۔۔اصبغ فرماتے ہیں کہ میں نے اشھب سے یہ مسئلہ سنا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے انگور خریدے، لیکن خریدنے کے بعد مشتری کو نقصان کا اندیشہ ہوا، چنانچہ وہ اس کی قیمت کم کرانے کے لئے بائع کے پاس آیا، تو بائع نے اس سے کہا کہ تم یہ انگور فروخت کردو، اگر تمہارا نقصان ہوا تو میں اس کی تلافی کر کے تمہیں راضی کر دوں گا، اس صورت میں اگر وہ مشتری وہ انگور اسی قیمت پر آگے فروخت کردے، جس قیمت پر اس نے خریدے تھے، یا منافع پر فروخت کردے تو اس صورت میں بائع کے ذمے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی، لیکن اگر مشتری نقصان کے ساتھ فروخت کرے اس صورت میں بائع کے ذمے لازم ہے کہ وہ نقصان کی تلافی کر کے مشتری کو راضی کرے۔۔۔علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو لیا ہے کہ قضاء ایسا وعدہ پورا کرنا لازم ہے، جس وعدہ کے ذریعہ موعودلہ کسی معاملے میں مبتلا ہوجائے، شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کتاب اول کے ابتداء میں فرماتے ہیں کہ "صاحب مدونہ" کا بھی یہی مسلک ہے اس لئے کہ کتاب الغرر کے آخر میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے

کہا کہ تم فلاں شخص کا غلام خرید لو۔ میں ایک ہزار درہم کے ذریعہ تمہارے ساتھ (ثمن کی ادائیگی میں) تعاون کروں گا، اگر اس نے وہ غلام خرید لیا تو اس صورت میں اس وعدہ کرنے والے کے ذمہ ایک ہزار درہم لازم ہو جائیں گے، کتاب العاریۃ میں ابن القاسم کا یہی قول مذکور ہے۔ امام سحنون کا بھی کتاب العدۃ میں یہی قول مذکور ہے۔''

حنفیہ کے اصل مسلک میں وعدہ اگرچہ قضاء لازم نہیں ہوتا، لیکن متاخرین فقہاء حنفیہ نے کئی مقامات پر وعدہ کو لازم قرار دیا ہے۔

چنانچہ درالمختار میں ''شرط فاسد'' کے بیان میں ہے کہ:

"وفی جامع الفصولین ایضا: لو ذکر البیع بلا شرط ثم ذکر الشرط علی وجہ العدۃ جاز البیع و لزم الوفاء بالوعد، اذا المواعید قد تکون لازمۃ فیجعل لازماً لحاجۃ الناس۔"

''جامع الفصولین میں بھی ہے کہ اگر بیع بلا شرط کی جائے اور پھر شرط کا ذکر بطور وعدہ کے کیا جائے، تو اس صورت میں وہ بیع جائز ہو جائے گی اور اس وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ وعدے کبھی لازم بھی ہوتے ہیں، لہٰذا لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اس وعدہ کو بھی لازم کیا جائے گا۔''

اس کے بعد علامہ رملیؒ کے فتاویٰ خیریہ سے نقل کیا ہے کہ:

''فقد صرح علماءنا بانھما لو ذکرا البیع بلا شرط ثم ذکرا الشرط علی وجہ العدۃ جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد۔''

''ہمارے علماء نے بات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اگر عاقدین بلا شرط کے بیع کرلیں اور پھر بطور وعدہ کے کوئی شرط لگالیں تو اس صورت میں بیع درست ہو جائے گی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا۔''

پھر اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

وقد سئل الخیر الرملی عن رجلین تو اضعا علی بیع الوفاء قبل عقدہ وعقد البیع خالیاً عن الشرط فاجاب بانہ صرح فی الخلاصۃ والفیض والتتار خانیۃ وغیرھا بانہ یکون علی ماتو اضعا۔"

''علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر دو آدمی عقد سے پہلے بیع الوفاء کے انعقاد پر معاہدہ کرلیں، اور پھر عقد بیع غیر مشروط طور پر کرلیں۔ (تو یہ جائز ہے یا نہیں؟)

علامہ رملی رحمۃ اللہ نے جواب دیا کہ خلاصہ فیض اور تاتارخانیہ وغیرہ میں صراحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ اگر عاقدین اس طرح عقد کرلیں تو یہ عقد اسی طرح منعقد ہو جائے گا جس طرح عاقدین نے معاہدہ کیا تھا۔''

(رد المحتار : ۴ /۱۳۵ ،باب البیع الفاسد مطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعد العقد او قبلہ)

چنانچہ علماء حنفیہ نے ان عبارات فقہیہ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ''وعدہ'' بعض اوقات لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے، اسی طرح علامہ خالد الاتاسی نے ''بیع الوفاء'' کی بحث میں فتاویٰ خانیہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ:

''وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجہ المواعدۃ فالبیع جائز ویلزم الوفاء بالوعد لان المواعید قد تکون لازمۃ فتجعل لازمۃ لحاجۃ الناس۔''(شرح المجلۃ لخالد الاتاسی :۲/۴۱۵)

''اگر بیع مشروط طور پر کی جائے اور پھر بطور وعدہ کے شرط کا ذکر کیا جائے تو اس صورت میں بیع جائز ہوگی اور راس وعدہ کا ایفاء لازم ہوگا، اس لئے کہ وعدے کبھی لازم ہوتے ہیں، لہٰذا لوگوں کی ضرورت کے لئے اس وعدہ کو لازم کیا جائے گا۔''

لہٰذا فقہا کے مندرجہ بالا اقوال کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ کہنا درست ہوگا کہ مستقبل میں ہونے والے اجارۃ اور بیع کے اگریمنٹ میں فریقین آپس میں جو وعدہ فی الحال کرلیں تو وہ وعدہ قضاء بھی لازم ہوگا۔

جواب کا خلاصہ:

اوپر ہم نے تفصیلی جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بینک کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس تفصیلی جواب کے بالکل ابتداء میں ہم نے جو پہلا طریقہ بیان کیا تھا، اس کے مطابق بینک گاہک

کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرے، اس لئے کہ اس طریقے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی کا اختلاف ہے اور اختلاف اور شبہات سے دور رہنا زیادہ بہتر ہے۔

البتہ اگر کسی وجہ سے اس طریقہ پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر بینک نے جو صورت پیش کی ہے، اس کو شرعی طور پر جائز کرنے کے لئے اس میں مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہے:

(۱) بینک اور گاہک کے درمیان جو ایگریمنٹ لکھا جائے، اس میں گاہک کو سامان خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا معاملہ تو قطعی اور یقینی ہو، لیکن اس ایگریمنٹ میں اجارہ اور بیع کا تذکرہ صرف بطور وعدے کے ہو، قطعی اور فیصلہ کن طریقہ پر ان کا عقد نہ کیا جائے۔

(۲) جب گاہک سامان خرید کر اس پر قبضہ کر لے اور اس کو اپنے یہاں نصب کر لے، اس کے بعد عقد اجارہ بالمشافہ یا مراسلات کے ذریعہ کیا جائے اور اس عقد اجارہ کے وقت بیع کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

(۳) سامان کی خریداری کے بعد اور عقد اجارہ ہونے سے پہلے وہ سامان بینک کی ضمان میں رہیگا۔

(۴) مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد پھر بیع قطعی طور پر کی جائے۔

(۵) ایگریمنٹ میں فریقین کی طرف سے اجارہ اور بیع کا جو وعدہ ہوگا، قضاء اور دیانۃ اس وعدہ کو پورا کرنا فریقین پر لازم ہوگا۔

(۶) اگر فریقین میں سے کوئی ایک وعدہ اجارہ یا وعدہ بیع کی خلاف ورزی کرے گا تو اس وعدہ خلافی کے نتیجے میں فریق ثانی کو جو مالی نقصان ہوگا فریق اول اس نقصان کی تلافی کرے گا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فقہی مقالات: ص۲۷۹-۲۹۲)

عیب دار چیز دلوانے کا حکم:

دلال اگر عیب دار چیز دلوائے تو اجرت کا حق دار نہ ہوگا۔ تفصیل درج ذیل سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: زید نے بکر سے ایک رکشہ خریدا، دلال نے ان کے درمیان بیع کرائی اور مبلغ پچاس روپے دلالی طے ہوئی تھی، اب رکشہ خریدنے کے بعد اس کا پُرزہ اس سے کم قیمت کا نکلا جو بیع سے پہلے مالک نے دلال کو بتائی تھی، زید کو اس پرزے کی وجہ سے دو سو روپے کا نقصان ہوا تو کیا اس دلال کو پچاس روپے دلالی دینے ضروری ہیں؟ بینوا توجروا۔

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی وتحقیقی مجلہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

جواب: دلال اجرت کا اس وقت مستحق ہوتا ہے جب وہ معقود علیہ صحیح سالم مع شرط و قیود خریدار کے سپرد کرے، اس لئے صورت سوال میں دلال اجرت کا مستحق نہیں بلکہ خریدار ضرر عیب کی بناء پر یہ رکشہ دلال کے ذریعہ واپس کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں خریدار کے پاس مزید کوئی عیب نہ پیدا ہو گیا ہو، اگر مزید کوئی عیب پیدا ہو گیا تو رد بیع کی بجائے بائع پر جو رجوع بالنقصان کر سکتا ہے۔

کرایہ دار نے دو روز کے بعد مکان چھوڑ دیا:

زید نے ایک مکان تین ہزار روپے ماہوار کرایہ پر لیا اور مبلغ ہزار روپے پیشگی دے دیئے اور ردو دن اس مکان میں قیام کر کے چلا گیا تو کیا مالک مکان کو ہزار روپے دو دن کے عوض رکھنا جائز ہوگا یا دو دن کا کرایہ وضع کر کے باقی رقم واپس کرنا ضروری ہوگی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ شخص کسی ایسے عذر کی وجہ سے جا رہا ہے جو شرعاً معتبر ہے تو دو روز کے بعد عقد اجارہ فسخ کر سکتا ہے اور مالک مکان چاہے تو دو روز کا کرایہ اس سے وصول کر سکتا ہے اور اگر بلا عذر معتبر جا رہا ہے تو چونکہ یہ عقد ماہانہ ہوتا ہے اس لئے پورے مہینے کا کرایہ ادا کرنا اس کے ذمہ ہے، اس صورت میں یہ شخص مکان اپنے قبضہ میں رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

ایسی ملازمت کا حکم جس میں رشوت دینا پڑتی ہو:

ایک شخص ایسی کمپنی میں کام کرتا ہے جو درآمد کا کام کرتی ہے، کمپنی کے اس ملازم کو اس کاروبار کے سلسلہ میں مختلف مراحل میں رشوت دینا پڑتی ہے، کیا ایسی ملازمت جائز ہے اور ایسے شخص کہ ہاں کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ اس کا یہ حکم ہے کہ رشوت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں، اس ملازم پر فرض ہے کہ یہ ملازمت ترک کر کے دوسرا کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے، اس کے ہاں کھانا کھانا بہرحال جائز ہے رشوت کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ریل میں وزن سے زائد سامان لے جانے کا حکم:

ریل، جہاز وغیرہ میں مسافر کے لئے سامان کی ایک مقدار متعین ہے اگر اس مقدار سے زائد سامان لے جائے تو سامان کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، اب اگر اپنا کوئی زائد سامان ساتھ جانے والے مسافر دوست احباب کے حوالے کر دے تاکہ کرایہ سامان اور ریلوے کی گرفت سے بچ جائے تو شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں البتہ سوار ہونے سے قبل ہی پورا سامان دوسرے کے ذمہ لگا دیا تو جائز ہے۔

☆ خیار رویت: بغیر دیکھے کوئی چیز کر دیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

حرام آمدن والوں کے ہاں نوکری کا حکم:

جن لوگوں کی آمدنی حرام ہے، ان کے ہاں نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ایک مدلل فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے ایک کسبی یا سود خور یا شراب فروش کی نوکری کر لی یا کسی ایسے شخص نے اپنے گندم یا کوئی اور چیز کسی شراب فروش کے ہاتھ فروخت کی اور اس نے آمدنی ناجائز سے قیمت دی تو اب اس کے لئے وہ قیمت حلال ہے یا نہیں، اس مسئلہ کی اچھی طرح تشریح فرمایئے؟

جواب: جن کی آمدنی بالکل حرام خالص ہے جیسے کسبی یا شراب فروش یا سود خور وغیرہم ان کی نوکری کرنا جائز نہیں اور جو تنخواہ اس میں سے ملتی ہو وہ حلال نہیں اور اسی طرح اپنی چیز اس کے ہاتھ فروخت کر کے اسی مال حرام سے قیمت لینا بھی حلال نہیں۔

قال الله تعالیٰ:﴿ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب﴾

تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اس ناپاک مال سے بدلنا ناجائز ٹھہرا۔

وقال رسول الله ﷺ لا یحل ثمن الکلب ولا حلوان الکاهن ولا مهر البغی، ص ۱۳۶، وقال علیه السلام :ان الله حرم الخمر و ثمنها۔ص ۱۳۷۔ وعن ابن عباسؓ قال رایت رسول الله ﷺ جالسًا عند الرکن قال فرفع بصره الی السماء فضحك فقال لعن الله الیهود ثلاثا ان الله تعالیٰ حرم الشحوم فباعوها واکلو اثمانها وان الله تعالیٰ اذا حرم علی قوم اکل شئی حرم علیه ثمنه ص ۱۳۷، لعن رسول الله ﷺ اکل الربا و موکله، ص ۱۲۷، سنن ابی دائود جلد ثانی وغیر ذلك من الایات والا حادیث۔

ہاں جن لوگوں کی آمدنی مشتبہ اور مختلط الحلال والحرام غالب الحلال ہو، مثلاً: یہی لوگ کسبی وے فروش وسود خور وغیرہم کوئی دوسرا پیشہ مباح مثل حلال تجارت یا اور کچھ بھی کرتے ہوں اس وقت ان کے ہاں نوکری کرنا اور اپنی چیز ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تنخواہ یا قیمت حلال مال میں سے دیں یا غالب الحلال سے دیں۔

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

نھانا صلی الله علیه وسلم عن کسب الامة الاماعلمت وقال ھکذا باصابعه

حو الخبز و الغزل و النقش۔(ابو داؤد :۱۳/۲)

وجہ یہ ہے کہ مشتبہ سے بچنا متعذر اور دشوار ہے پس ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

"لان الضرورات تبیح المحظورات ولا یکلف الله نفسا الا وسعھا۔"

اگر چہ خلاف تقویٰ ہے۔

دع ما یریبك الیٰ مالا یریبك ھو الموافق۔ (موافق الفتاویٰ:۳۷۸/۳)

عورتوں کے لئے ملازمت کا حکم:

(۱) عورت کیلئے ملازمت اختیار کرنے کی شرعاً کس قدر گنجائش ہے اس سلسلہ میں ایک **مفصل** فتویٰ وجواب کی صورت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عورتوں کے لئے دنیاوی تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟اگرکوئی صورت جواز کی ہوتو تحریر فرمائیں؟

(ب) عورتوں کے لئے ملامت کرنا شرعاً جائز ہے یانہیں؟ اگر شوہر یا دیگر وسائل کے نہ ہونے کی وجہ سے ملازمت کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عورتوں کے لئے بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولی﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۳)

یعنی گھروں میں قرار سے رہو، اگرضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا ہوتو درج ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:

(۱) ایسی چادر، برقعہ وغیرہ میں لپٹی ہوئی ہو کہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف مائل نہ ہو۔

(۲) بناؤ سنگھار اور خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

(۳) انکی چال وچلن ایسی نہ ہو کہ فتنے کا سبب بن جائے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وحیث ابحنا لھا لخروج فبشرط عدم الزینةِ فی الکل، وتغیر الھیئةِ الی مالا یکون داعیة الی نظر الرجال واستمالتھم" (در المختار:۱۴۶/۳)

جبکہ عورتوں کا تعلیم کے لئے نکلنا ضرورت میں داخل نہیں، علاوہ ازیں اس خروج میں خروج بلا

بیع ضربة القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔(ھدایہ)

ضرورت کے ساتھ دیگر کئی مفاسد پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) باہر نکل کر اجانب کو اپنی طرف مائل کرنا۔

(۲) برے ماحول میں جانا۔

(۳) بے دین عورتوں سے تعلیم حاصل کرنے میں ایمان، اعمال واخلاق کی تباہی۔

(۴) نامحرم مردوں سے پڑھنے کی معصیت۔

(۵) کافر اور بے دین قوتوں کی نقالی کا شوق۔

(۶) اس تعلیم کے سبب حب مال اور حب جاہ کا بڑھ جانا اور اس وجہ سے دنیا و آخرت کا تباہ ہونا۔

(۱) عورتوں کے لئے اگر لکھنے پڑھنے کا بنیادی علم یا دینی علم کسی دیندار عورت یا محرم مرد سے گھر میں سکھانے کا بندوبست کیا جائے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اور طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم سے یہی مراد ہے نہ کہ دنیوی فنون، اس لئے ہرگز مغالطے میں نہیں رہنا چاہیے۔

(۲) آج کل کے دور میں یہ ممکن نہیں کہ عورت ملازمت کرے اور ممنوعات میں سے کسی ممنوع امر کا ارتکاب نہ کرے، جو مفاسد اس کے عصری درسگاہوں میں پڑھنے میں بیان ہوئے ہیں ان سے زیادہ اس کی ملازمت کرنے میں پائے جاتے ہیں، نیز یہ کہ عورت کے نان نفقہ کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر ہے، اس لئے عورتوں کے لئے ملازمت کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں،

اور اگر کوئی عورت مجبور ہو کہ کمانے والا کوئی موجود نہ ہو تو بھی گزر بسر کے لئے اور کوئی جائز تدبیر اختیار کی جائے، سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ مناسب جگہ نکاح ثانی کرے، جب تک یہ صورت نہ ہو یا کسی وجہ سے عورت نکاح ثانی کے لئے آمادہ نہ ہو تو گھر میں چھوٹے بچے بچیوں کو پڑھانا شروع کردے یا کوئی گھریلو ہنر اختیار کرے اور اس سے اخراجات کا انتظام کرے، اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو سکے تو لڑکیوں کو پڑھانے کے لئے کسی ایسے اسکول میں جا سکتی ہے جہاں مردوں سے اختلاط یا کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ ہوتا ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قرض وصول کر کے دینے کی اجرت کا حکم:

ایک شخص کا دوسرے پر قرض ہے اور قرض کی دستاویز بھی موجود ہے اور گواہ بھی موجود

ہیں، لیکن وہ مقروض قرض ادا نہیں کرتا، اب یہ شخص کسی بااعتماد شخص سے کہتا ہے کہ میرا قرض فلاں سے وصول کر کے دو میں اس قرض کا تہائی تمہیں دوں گا، تو شرعاً یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں،''یہ شخص اجیر خاص ہے لہٰذا تنخواہ معین ہونی چاہیے، خواہ ماہانہ یکمشت کہ کامیابی حاصل ہونے کے بعد تم کو اتنا فیصد دیں گے، اب یہ شخص اس کام کے انجام دہی کے لئے جو کچھ خرچ کرے اس کی ادائیگی تو ہر حال میں اس کے ذمہ فرض ہوگی، خواہ کامیابی ہو یا نہ ہو باقی اجرت اگر کامیابی کے ساتھ مشروط تھی تو کامیابی کے بعد ملے گی، اگر ماہانہ ہو تو مہینہ کے بعد ملے گی۔

اجارہ فاسدہ کا حکم:

ہر وہ شرط جس سے بیع فاسد ہوتی ہے اس سے اجارہ بھی فاسد ہو جاتا ہے اسلئے اجارہ میں شرط فاسد سے بچنا لازم ہے، لیکن اگر کسی شرط فاسد کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گیا ہے تو فیصلہ اس طرح ہوگا، کہ اگر ابھی تک عمل شروع نہیں ہوا تو اس عقد کو ختم کر دیا جائے، نئے سرے سے صحیح شرائط کیساتھ عقد کیا جائے اور اگر عمل شروع ہو چکا ہے اور کام بھی پورا ہو گیا ہے تو اجیر کو اجرت مثل ملے گی۔

کما فی التنویر و شرحه : تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد و کل ما افسد البیع کما مر (یفسدھا) کجھالة ماجور او اجرة او مدة او عمله و کشرط طعام عبدو علف دابة و مرمة الدار او مغارمها و عشر و خراج او مونة شباه۔ (در المختار : ۳۲/۵ کتاب الاجارة)

وقال العلامة محمد علی الصابونی: والقاعدة انه اذا فسدت الاجارة یجب اجر المثل قیاساً علی النکاح لقوله ﷺ :فی النکاح بغیر مهر، فان دخل بها فلها مهر مثلها لا وکس ولا شطط (اخرجه ابو دائود و النسائی والترمذی) ای من غیر نقص ولا مجاورة للحد، فدل الحدیث علی وجوب القیمة فی العقد الفاسد ولا یذاد علی المسمی الذی اتفق علیه فی الاجارة (فقه المعاملات)

☆ بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں ☆

پیشگی اجرت دینے کا حکم:

اجارہ میں اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ جب کام پورا ہو جائے یا ڈیوٹی پوری کر دے اس وقت اجرت کا مستحق قرار پاتا ہے اور مالک کے ذمہ اجرت کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے، تاہم اگر کوئی ملازم پیشگی اجرت کی شرط رکھے یا مالک مکان و دکان پیشگی کرایہ کا مطالبہ کرے اور کرایہ دار اس شرط کو تسلیم کرے یا ادارہ اور کمپنی خود ملازمین کو مہینہ کے شروع میں پیشگی تنخواہ ادا کرے یہ سب صورتیں آپس میں رضامندی سے شرعاً جائز ہیں۔

تحصیل ملازمت کے ستر کھولنے کا حکم:

بعض ملازمتیں حلال ہوتی ہیں لیکن ان میں بھرتی ہونے کے لئے ناجائز شرط ہوتی ہے اور گناہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، ایسے موقع پر کیا کیا جائے، اس بارے میں ایک سوال و جواب پیش کیا جاتا ہے تاکہ مسئلہ کے حل میں مدد ملے۔

سوال: حکومت نے ائیر فورس میں مذہبی تعلیم کے سلسلہ میں ایک نیا شعبہ کھولا ہے جس میں علماء کو وارنٹ آفیسر (ریلجس ٹیچر) کے عہدہ پر بھرتی کیا جاتا ہے، سرکاری قانون یہ ہے کہ بھرتی کے وقت طبی معائینہ کروانا ضروری ہے جس میں ستر کھولنا لازمی ہے، کیا مذکورہ صورت میں ستر کھولنا اور اعضاء مخصوصہ کا معاینہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جس کی بناء پر کسی کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت ہو تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو مذہبی تعلیم کے لئے لیا جا رہا ہے ان ہی کو مذہب کے خلاف کام کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے جو لوگ ملازمت کی تعلیم جو کچھ دیں گے وہ ظاہر ہے، ایسے لوگوں سے مذہب کو فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان ہی پہنچے گا۔ بہر کیف بلا ضرورت شدیدہ کسی کو ستر دکھانا اور دیکھنا سخت گناہ اور حرام ہے اور سوال مذکورہ صورت ضرورت شدیدہ میں داخل نہیں۔

سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ کا حکم:

سودی کاروباری اداروں میں تعمیراتی کام اور اس کی اجرت کا کیا حکم ہے اس بارے میں ایک سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: آج کل اکثر ادارے خصوصاً تجارتی ادارے اور کمپنیاں جن کا اکثر کاروبار سودی ہے،

☆اقرار: عاقل و بالغ کا غیر کا حق اپنے اوپر ثابت ہونے کی خبر دینا اقرار ہے ☆

ٹھیکیدار کمپنی یا ادارہ سے قرض لے کر تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں بندہ ایسی رقم سے تعمیر شدہ مکانات میں بجلی کا کام ٹھیکے پر کرتا ہے۔ مجھے جو رقم اجرت ملتی ہے وہ سودی ہی ہوتی ہے کیا میرے لئے وہ رقم اجرت میں لینا اور ملازمین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آپ کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، اداروں کا سودی کاروبار ان کا اپنا فعل ہے جس کا وبال اور گناہ انہی پر ہے، لہٰذا آپ کے کام کی اجرت بلا شبہ حلال ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ اجرت کی رقم حلال آمدن سے ہو، اس لئے کمپنی سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط کر لی جائے کہ ہمیں اجرت سودی منافع سے نہ دی جائے گی، کمپنی میں یقیناً حلال آمدن کے ذرائع بھی ہوں گے ان سے اجرت دی جائے اگر حلال وحرام آمدن خلط ملط کر دیا جاتا ہے اور حلال کو الگ رکھنے پر ادارہ تیار نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ حلال وحرام مخلوط ہوں لیکن حلال غالب ہو تو اس سے اجرت لینا جائز ہے اور اگر حلال وحرام دونوں برابر ہوں یا حرام غالب ہو تو جائز نہیں۔

تاخیر کی وجہ سے اجرت میں زیادتی جائز نہیں:

ایک ایجنٹ سے میرا معاملہ طے ہوا کہ وہ اڑھائی ہزار روپے ٹکٹ اور دوسرے کاموں کی اجرت کے طور پر وصول کرے گا۔ معاملہ طے ہو جانے کے بعد پانچ سو روپے میں نے نقد ادا کر دیئے اور دو ہزار کے بدلے میں سعودی عرب جا کر دو ماہ کے آٹھ سو سعودی ریال ادا کر دینے کا وعدہ لیا، لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں وعدہ کے مطابق دو ماہ کے اندر قرض نہیں اتار سکا، بعد ازاں دو ماہ کی تاخیر سے آٹھ سو ریال ادا کر دیئے، لیکن ایجنٹ تاخیر کرنے پر ایک سو ریال مزید طلب کر رہا ہے، شرعاً یہ زائد سو ریال ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: قرض ادا کرنے کی استطاعت کے باوجود وعدہ خلافی کی ہے تو اس کا گناہ ہوگا، مگر ایجنٹ زائد رقم کے مطالبہ کا حق دار نہیں۔

نیز معاملہ پاکستانی روپے سے طے ہوا ہے، اس کے بعد سعودی ریال سے اس کا مبادلہ بیع الکالی بالکالی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس لئے آپ کے ذمہ صرف پاکستانی دو ہزار روپے واجب ہوں گے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

☆ **بیع فاسد**: جو بیع اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن وصف کے اعتبار سے جائز نہ ہو ☆

قبل المیعاد ملازمت چھوڑنے پر مالی جرمانہ کا حکم:

سوال: ایک کمپنی اپنے ملازمین کو مقرر تنخواہ کے علاوہ کچھ رقم دیتی ہے، اس شرط پر کہ پانچ سال یہاں ملازمت کرنا پڑے گی، اگر ملازم میعاد سے قبل چلا گیا تو پانچ سال کی رقم بحساب مقرر دے کر جائے گا، اگر کمپنی نے نکال دیا تو پانچ سال کی رقم پوری کی پوری دے دیگی، چاہے ایک سال کے بعد نکال دے، آیا اس قسم کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ اور کمپنی والوں کو پیسے ملازم سے لینا اور ملازم کو کمپنی والوں سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: زائد رقم بھی تنخواہ میں داخل ہے اور معیاد سے قبل چھوڑنے کی صورت میں اس کی واپسی کی شرط مفسد اجارہ ہے، لانہ مخالف لمقتضی العقد وفیہ نفع لاحد المتعاقدین۔

لہذا جانبین پر توبہ اور اس عقد کا فسخ کرنا فرض ہے، ملازم نے جتنی مدت کام کیا اس کو اس کا اجر مثل ملے گا اور جو مقررہ تنخواہ مع اضافہ سے زائد نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بدون طے کئے اجارہ منعقد نہیں ہوتا:

سوال: زید اپنے باپ کے ہمراہ عرصہ سات سال سے تجارت کر رہا ہے، زید بالغ اور باقی بھائی سوائے ایک کے نابالغ ہیں، زید نے اپنی تجارت کے کچھ عرصے میں اپنی مزدوری نکالی ہے، کیوں کہ سامان لینا اور حساب وغیرہ اسی کے سپرد تھا، والد فقط دوکان پر بیٹھا کرتا تھا، زید شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے، باقی بھائی غیر شادی شدہ ہیں، زید اور اس کی بیوی کا کھانا اور خرچ والد کے ساتھ مشترک تھا، ان سات سالوں کی کل مزدوری زید نے آٹھ ہزار روپے یعنی سو روپے فی ماہ کے حساب سے سرمایہ سے لی ہے اور کاروبار کپڑے کا ہے، دوکان خوب چلتی ہے، کیا زید کے لئے یہ اجرت لینا جائز ہے، بصورت تقسیم ترکہ زید والد کی ملکیت میں باقی بھائیوں کے مساوی شریک ہوگا یا یہ اجرت بھی ملکیت میں شمار کی جائے گی؟ اور بقدر حصص تقسیم ہوگی، خواہ تقسیم بصورت انتقال پدر ہو یا باپ زندگی میں ہی زید کو الگ کر دے۔ بینوا توجروا۔

جواب: زید نے اپنے والد سے اجرت پر کام کرنا طے نہیں کیا تھا اس لئے اس کا کام کرنا تبرع ہے، اجرت والی رقم بھی ترکہ میں شمار ہوگی اور اس میں سب ورثہ کا حق ہوگا۔ البتہ والد زندگی میں زید کو الگ کر دے تو والد کو چاہیے کہ زید کی محنت کے پیش نظر اس کی مناسب مدد کر دے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆ بیع مساومہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆